33

دنیا پر واضح کر دو کہ چلو! ہم پاگل تو پاگل ہی سہی

(فرمودہ 22 ستمبر 1944ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مختلف حالات کے لحاظ سے انسانوں کی محنتیں اور کوششیں بدلتی چلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو حواس پیدا فرمائے ہیں اُن میں سے ایک حِسّ موازنہ کی بھی ہے۔ انسانی جسم میں خدا تعالیٰ نے ایک مادہ یہ بھی رکھا ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے لگتا ہے تو اُس کے دماغ کے ایک خاص حصہ میں اُس کام کا ایک وزن قرار دیا جاتا ہے۔ اُس وزن کے مطابق جسم کو زور لگانے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ اور جب اُس کے دماغ کا فیصلہ اُس چیز کے وزن کے مطابق ہو جاتا ہے تو وہ کام ہو جاتا ہے اور جب اُس کے دماغ کا فیصلہ اُس چیز کے وزن کے مطابق نہیں ہوتا تو وہ کام نہیں ہوتا۔ یہ حِسّ ایسی ہے جس کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کی ہے بلکہ دنیا میں اِس کا احساس پیدا ہی اِس قریب زمانہ میں ہوا ہے۔ پہلے صرف حواسِ خمسہ کہلاتے تھے۔ حالانکہ حواس پانچ نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ موجودہ تحقیقات کی رُو سے نو حِسّیں ہیں۔ ممکن ہے اَور بھی ہوں مگر اِس وقت تک نو ثابت ہو چکی ہیں۔ اِن میں سے ایک حِسّ موازنہ کی ہے یعنی جس کے ساتھ کسی کام یا کسی چیز کا دماغ میں وزن کیا جاتا ہے۔

اِسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک میزان مقرر ہے [1] یعنی ہر کام کے مناسبِ حال ایک طاقت مقرر کی گئی ہے۔ اِسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر جن چیزوں کے اٹھانے یا جن چیزوں کے ہلانے کی عادت ہوتی ہے جب انسان اُن کو اٹھانے یا اُن کو ہلانے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کو اُن کے اٹھانے یا ہلانے سے صدمہ نہیں پہنچتا کیونکہ اُس کو اُس چیز کا وزن معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب کبھی وہ اُس کا وزن معلوم کرنے میں غلطی کر جاتا ہے تو اُس کو اُس کے اٹھانے میں صدمہ پہنچتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو اندھیرے میں ایک چیز پڑی ہوئی نظر آتی ہے وہ سمجھتا ہے یہ لکڑی کی چیز ہے مگر ہے وہ لوہا۔ تو اُس چیز کو اٹھاتے ہوئے اُس اٹھانے والے کو اُسی قسم کا صدمہ پہنچے گا جس طرح بجلی کی تار کو ہاتھ لگانے سے صدمہ پہنچتا ہے۔ پھر بھی وہ چیز ہلے گی نہیں۔ بعد میں جب پتہ لگ جائے گا کہ وہ لوہا ہے تو دوسری دفعہ وہ اُس کو اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ اب اُس کا دماغ اُس چیز کو اٹھانے کے لیے اُتنی ہی طاقت بھیج دے گا جتنی طاقت کی کہ ضرورت تھی اِس لیے دوسری دفعہ وہ اس کو اٹھا لے گا۔

جب مَیں کوئی 19 ، 20 سال کا تھا پہلی مرتبہ ڈلہوزی آیا۔ پہاڑ تو پہلے بھی دیکھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے شملہ گیا تھا مگر ڈلہوزی پہلی مرتبہ آیا تھا۔ فارگوسن عیسائیوں کا ایک بڑا مشہور پادری تھا۔ سیالکوٹ میں ہزارہا لوگ اس کی محنت اور کوشش سے عیسائی ہوئے تھے۔ جب مَیں اس سے ملا ہوں اُس وقت اِس کی عمر کوئی 75 سال کے قریب تھی۔ اس وقت وہ پونا [2] میں مقرر تھا اور تبدیلیٔ آب و ہوا کے لیے یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ روزانہ ڈلہوزی میں مختلف قسم کے دو دو چار چار صفحات کے ٹریکٹ بانٹا کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگوں میں ہیجان تھا۔ مسلمان یہ سب کچھ دیکھتے تھے مگر سمجھتے تھے کہ اُن میں جواب کی طاقت اور ہمت نہیں ہے۔ مَیں بچہ ہی تھا مگر احمدی تبلیغ کی دھاک مدتوں سے لوگوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اِس لیے بعض مسلمان میرے پاس آئے اور مجھے تحریک کی کہ آپ اِس پادری سے بات کریں۔ مَیں نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اُس وقت عیسائی لٹریچر کا مطالعہ تو مجھے نہیں تھا۔ وہی باتیں معلوم تھیں جو احمدیہ لٹریچر میں عیسائیوں کے متعلق پڑھی ہوئی تھیں۔ وہ 75 سال کا تجربہ کار اور اُس کے مقابلہ میں مَیں 20 سال کا ناتجربہ کار۔ مگر باوجود ناتجربہ کاری کے اتنا مَیں جانتا تھا کہ

عیسائیوں کا یہ طریق ہے کہ وہ بات کرتے وقت بارِ ثبوت مسلمانوں پر ڈالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک حملہ آور کی حیثیت سے پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی اور جاتے جاتے مَیں سوچ رہا تھا کہ میرا تجربہ کم ہے اور علم بھی کم ہے۔ اِس کے مقابل میں اس پادری کا تجربہ بھی زیادہ ہے اور علم بھی زیادہ ہے۔ اس کی ساری عمر بحث مباحثے کرنے میں گزر گئی ہے۔ وہ بات کو اس رنگ میں غلط کرنے کی ضرور کوشش کرے گا کہ اپنے آپ کو معترض اور حملہ آور کی حیثیت دے کر ہم پر اعتراض کرے۔ اس لیے مَیں نے سوچا کہ مناسب یہی ہے کہ میرا پہلو جارحانہ ہو اور اُس کا پہلو مدافعانہ۔ جب ہم وہاں پہنچے تو پادری صاحب کو کہلا بھیجا کہ ہم آپ سے بات کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس نے کہا آ جائیں۔ ہم اندر جا کر بیٹھ گئے۔ پادری صاحب نے پوچھا آپ کس طرح آئے ہیں؟ مَیں نے کہا ہم مذہبی تحقیق کے لیے آئے ہیں۔ کہنے لگا آپ کا مذہب کیا ہے؟ مَیں نے کہا جب مَیں تحقیق کرنے کے لیے آیا ہوں تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ میرا مذہب کیا ہے۔ تحقیق کے بعد جو مذہب سچا معلوم ہوگا اُسے مانوں گا۔ اگر ثابت ہو گیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے تو مَیں کہوں گا جو مذہب سچا ہے مَیں اُس پر قائم ہوں اور اگر ثابت ہو گیا کہ عیسائیت سچی ہے تو اس کے بعد یہ سوال ہی نہیں رہے گا کہ تحقیق سے پہلے میرا کیا مذہب تھا۔ پس میری حیثیت تو ایک تحقیق کرنے والے کی ہے۔ اس لیے مَیں مطالعہ کے بعد ہی اِس کا جواب دے سکوں گا کہ میرا کیا مذہب ہے۔ مَیں آپ کے پاس تو تحقیق کے لیے آیا ہوں آپ مجھے عیسائیت کی بات بتائیں۔ آپ روزانہ ٹریکٹ تقسیم کرتے ہیں کہ عیسائیت سچی ہے اور باقی مذاہب درست نہیں ہیں، آپ بتائیں مَیں کیونکر مانوں کہ آپ کی بات درست ہے۔ اس نے جواب دیا عیسائیت کو سچا ماننے کی وجہ یہ ہے کہ خداوند کی ہستی کا جو ثبوت اور خداوند کی جو حقیقت عیسائیت میں بیان کی گئی ہے وہ اَور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی اور چونکہ خداوند خدا کی ذات پر ایمان لانے کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی اِس لیے عیسائیت دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں سچی ہے۔ مَیں نے کہا آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی تعریف کیا ہے؟ جو تعریف آپ بیان کریں گے اُسی کے مطابق ہم آپ سے بات کریں گے۔ مَیں نے سنا ہے کہ عیسائی باپ کو بھی خدا مانتے ہیں۔

آپ بتائیں یہ تینوں ایک ہی خدا کی الگ الگ حیثیتیں ہیں یا تینوں حقیقتاً خدا ہیں؟ اُس نے کہا یہ حیثیتیں نہیں بلکہ حقیقتاً تینوں خدا ہیں۔ اُس وقت میں یہ بات سمجھتا تھا کہ اگر صفات کے متعلق پہلے سے ہی بات صاف نہ کر لی گئی تو یہ دلیل میں پھنس کر اپنے بچاؤ کے لیے صفات کی طرف آجائے گا اور کہہ دے گا کہ تینوں اقنوم ایک خدا کی صفات ہیں الگ ہستیاں نہیں اِس لیے مَیں نے اس سے منوالیا کہ یہ صفات نہیں بلکہ حقیقتاً تینوں خدا ہیں۔ پھر مَیں نے پوچھا یہ تینوں مل کر ایک خدا بنتا ہے یا تینوں اپنی اپنی ذات میں خدا ہیں؟ کہنے لگا چونکہ تینوں ایک ہی مقصد کے لیے ہیں اِس لیے ایک ہی ہیں اور چونکہ تینوں اپنی اپنی ذات میں مکمل ہیں۔ اِس لیے تین ہیں۔ پھر مَیں نے سوال کیا یہ بتایئے اگر تینوں اپنی اپنی ذات میں مکمل ہیں تو یہ جو دنیا نظر آ رہی ہے کیا اِس کو پیدا کرنے کی اکیلے باپ میں طاقت تھی؟ کیا اکیلے بیٹے میں اِس دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی؟ کیا اکیلے روح القدس میں اِس دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی؟ کہنے لگا ہاں۔ اس کے بعد مَیں نے کہا اب مَیں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ فرض کرو آپ کو نوٹ کرنے کے لیے اِس پنسل کی ضرورت ہے جو آپ کے سامنے میز پر پڑی ہے۔ اِس کو اٹھانے کا ایک طریق تو یہ ہے کہ آپ اُٹھیں اور خود ہی اِس پنسل کو اٹھالیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ وہ صاحب جو سامنے بیٹھے ہیں☆ آپ اُن سے کہیں کہ مہربانی کر کے یہ پنسل اُٹھا دیں۔ یہ دونوں طریق تو سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن اگر آپ اِس کی بجائے یہ طریق اختیار کریں کہ آپ کھڑے ہو جائیں اور اپنے پاس والے کو بھی کہیں کہ مہربانی کر کے ذرا میری مدد کریں اور اِرد گرد بیٹھنے والوں کو بھی بُلا لیں اور اپنے بیرے اور خانسامہ کو بھی آوازیں دینا شروع کر دیں کہ ذرا اِدھر آنا اور پھر سب مل کر اِس ایک پنسل کو اٹھانے کی کوشش کریں تو اب بتائیں یہ پاگل پن کی بات ہو گی یا عقلمندی کی؟ کہنے لگا اِس کا ہماری بات سے کیا تعلق ہے؟ مَیں نے کہا تعلق ہے یا نہیں۔ اِس کو آپ رہنے دیں۔ پہلے جو مَیں پوچھتا ہوں آپ اُس کا جواب دیں۔ کہنے لگا یہ تو یقیناً پاگل پن کی بات ہو گی کہ ایک پنسل کو اٹھانے کے لیے میں اِتنے آدمیوں کو اکٹھا کروں اور اپنی مدد کے لیے بلانا شروع کر دوں۔ مَیں نے کہا اب آپ فرمایئے کہ آپ

☆اُس وقت میاں شریف احمد صاحب سامنے بیٹھے تھے۔

ابھی تسلیم کر چکے ہیں کہ اکیلے باپ میں اِس دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی۔ اکیلے بیٹے میں بھی اس دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی۔ اکیلے روح القدس میں اِس دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی۔ اگر یہ بات درست ہے تو آپ کو یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ صرف ایک خدا نے یہ سب کام کیا اور باقی دو خدا نکمے بیٹھے ہیں۔ اور یا یہ کہنا پڑے گا کہ خدا باپ یا خدا روح القدس یا خدا بیٹا اکیلا یہ کام کر سکتا تھا مگر باوجود اِس کے کہ ان میں سے ہر ایک اکیلا یہ کام پوری طرح کر سکتا تھا پھر بھی تینوں خدا مل کر اِس کام کے کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ آسمان اور زمین کو خدا باپ بھی بنا سکتا تھا، خدا بیٹا بھی بنا سکتا تھا، خدا روح القدس بھی بنا سکتا تھا مگر سارے کے سارے مل کر اِس کام کو کرنے میں لگے ہوئے ہیں جس کو اکیلا خدا بھی کر سکتا تھا۔ آپ انسانوں کے متعلق تو یہ کہتے ہیں کہ اِس پنسل کو اگر سارے مل کر اٹھائیں تو یہ پاگل پن کی بات ہے اور خدا کے لیے تو زمین و آسمان کا پیدا کرنا اور اس سلسلہ کو چلانا اس سے بھی زیادہ آسان ہے جتنا کہ آپ کے لیے پنسل اٹھانا آسان ہے۔ پھر جب ہماری طاقت کی نسبت کے لحاظ سے جو کام ہمارے لیے آسان ہے اگر ہم اِس کو ایک سے زیادہ آدمی مل کر کریں تو یہ پاگل پن ہے۔ تو وہ ہستیاں جن کے لیے زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہمارے پنسل اٹھانے سے بھی زیادہ سہل ہے۔ وہ اگر اِس کام کو ایک سے زیادہ مل کر کریں تو کیا یہ ہمارے مذکورہ بالا فعل سے بھی زیادہ پاگل پن کی بات نہ ہو گی؟ پادری حیران سا ہو گیا اور کہنے لگا آسمانی باتوں میں عقلی دلیل نہیں چلا کرتی۔

غرض یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کسی کام کے مطابق اپنی طاقت خرچ کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول ایک شخص کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید نہیں اِس کا ایمان محفوظ رہے اور اس کی موجودہ حالت قائم رہے۔ یہ ضرور ٹھوکر کھائے گا۔ اب تو پتہ نہیں وہ شخص مر گیا ہے یا زندہ ہے اُس کی کافی زمین تھی اور اچھی خاصی آمدنی تھی۔ قریباً سَو دو سَو روپیہ ماہوار آمدنی تھی۔ ایک زمیندار کے لیے یہ بڑی چیز ہے۔ حضرت خلیفہ اول فرمانے لگے جب سے اس کی حالت درست ہوئی ہے اس کا یہ حال ہو گیا ہے کہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ دوسروں پر ہی سارا انحصار رکھتا ہے۔ فرمایا مَیں نے ایک دفعہ اس سے پوچھا جب تم باہر سفر پر جاؤ قُلّی تو ضرور کرتے ہو گے۔ کہنے لگا ہاں مولوی صاحب اس کے بغیر عزت قائم نہیں رہتی۔ مَیں اپنا سامان قُلّی سے

اٹھواتا ہوں بلکہ اگر سامان ساتھ نہ ہو تو قلی کو اپنا رومال دے دیتا ہوں کہ اس کو اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی جائیداد بِک گئی، آمدنی جاتی رہی اور بالکل کنگال ہو جانے کے بعد آخر عیسائی ہو گیا۔ معلوم نہیں اب وہ شخص زندہ ہے یا نہیں۔ دو تین سال ہوئے زندہ تھا۔

پس موازنہ کی حِسّ ایک اہم چیز ہے۔ بڑے کام کے لیے چھوٹی طاقت خرچ کرنا یہ بھی پاگل پن کی علامت ہے اور چھوٹے کام کے لیے بڑی طاقت خرچ کرنا یہ بھی پاگل پن کی علامت ہے۔ پنسل کو اگر دو تین آدمی مل کر اٹھائیں جیسے کھمبا اٹھایا جاتا ہے تو یہ بھی پاگل پن کی علامت ہے۔ اِسی طرح اگر پہاڑ کی چوٹی کو ایک آدمی ہلا رہا ہو کہ اُس کے ہلانے سے وہ پہاڑ گر جائے گا تو اِس کو بھی پاگل کہیں گے۔ جب ایک کام میں اور اُس کام کے کرنے والے انسان کی طاقت میں زیادہ فرق نہ ہو تو ہم اسے غلطی خوردہ کہیں گے۔ اور اگر اس کام میں اَور کرنے والے کی طاقت میں نمایاں فرق ہو جسے وہ کر ہی نہیں سکتا تو ہم اسے پاگل کہیں گے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی چیز کے متعلق اندازہ لگاتا ہے کہ 20 ، 25 سیر وزنی چیز ہے جسے وہ اٹھا سکتا ہے مگر ہو وہ من دو من کی تو ہم اسے غلطی خوردہ کہیں گے کہ اس کو اس چیز کا اندازہ لگانے میں غلطی لگی ہے۔ مگر جب بہت بڑی چیز ہو اور اس کا اندازہ بھی بڑا ہو جسے ایک آدمی اٹھا سکتا ہی نہیں مگر وہ اکیلا اٹھانا چاہتا ہو تو اسے پاگل کہیں گے۔ اِسی طرح ایک چیز کے متعلق ایک شخص سمجھتا ہے کہ من دو من کی ہے اور اُس کو اٹھانے کے لیے دوسرے آدمیوں کو ساتھ ملا لیتا ہے مگر ہو وہ 20 ، 25 سیر کی تو ہم اسے غلطی خوردہ سمجھیں گے کہ اس کو اندازہ لگانے میں غلطی لگی ہے۔ دراصل یہ چیز اُتنی نہیں تھی جتنی یہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن اگر وہ اِتنی چھوٹی چیز ہو کہ اُسے ایک آدمی آسانی سے اٹھا سکتا ہے جیسے مَیں نے پنسل کی مثال دی ہے مگر وہ دوسروں کو ساتھ ملا کر اٹھانا چاہتا ہو تو یہ پاگل پن کہلائے گا۔

اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری جماعت کو دیکھنا چاہیے کہ کس قسم کی طاقت استعمال کرنے والا کام اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ ہمارے سامنے جو کام ہے وہ اتنی بڑی طاقت کا استعمال چاہتا ہے کہ معمولی طاقت ہرگز اس کام کے کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ کام اتنی طاقت اور اتنی قربانی چاہتا ہے کہ اس قسم کے کام کی مثال دنیا میں نہیں ملتی یا کم سے کم

اس سے زیادہ قربانی اور اس سے زیادہ طاقت کے محتاج کام کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مذہب کا قیام اور ایسی قوم کو زندہ کرنے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے جو ہر جگہ ذلیل اور کمزور ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی اتنی بھی پوزیشن نہیں کہ دنیا کی حکومتیں آئندہ نظام کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے وقت ان سے مشورہ بھی لیں۔ بلکہ مسلمانوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

آج انگلستان، امریکہ، روس اور چین یہ چار طاقتیں ہیں جو آئندہ نظام کے متعلق فیصلے کرتی ہیں مگر مسلمانوں کا ان فیصلوں میں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ وہ قوم جس کی آج سے چھ سات سو سال پہلے یہ حالت تھی کہ دنیا میں اِس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا، وہ قوم جو یورپ کے مغربی کنارہ سے لے کر ایشیا کے مشرقی کنارے تک حکومت کرتی تھی آج اس کی یہ حالت ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں آئندہ نظام کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے وقت اِتنا بھی نہیں کرتیں کہ اس سے بھی رائے پوچھ لیں۔ گویا اِس کی رائے کی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں۔ جنگ سے پہلے تو بعض مسلمان حکومتوں کو محض تمسخر کے طور پر مشوروں میں بُلا بھی لیا جاتا تھا یا بعض دفعہ مصلحتاً کوئی بات پوچھ لی جاتی تھی۔ مگر دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے موقع پر تو اِس طرح بھی نہیں پوچھا جاتا۔ بلکہ اب صرف اِتنا کہا جاتا ہے کہ آئندہ نظام میں ہم تمہاری پرورش کا خیال رکھیں گے۔ گویا مشورہ یا رائے نہیں لی جاتی صرف پرورش کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ پہلے مصلحتاً مشورہ لیا جاتا تھا مگر اب وہ بھی نہیں۔ جو قوم اِس حالت میں سے گزر رہی ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اِس کو طاقتور بنا دیں گے۔ یہ کتنا عظیم الشان کام ہے۔ یہ الفاظ کہنے والے اگر امریکن یا روسی ہوں تو بھی یہ کام بہت بڑا ہے۔ مگر کرنے والے بھی چونکہ طاقتور ہوں گے اِس لیے ہم اس کو پاگل پن نہیں کہیں گے۔ لیکن اِس کے مقابل میں ہماری یہ حیثیت دنیا میں کسی ایک جگہ بھی نہیں۔ ایشیا میں بھی نہیں، ہندوستان میں بھی نہیں، پنجاب میں بھی نہیں۔ سارے پنجاب میں احمدیوں کی آبادی دو تین لاکھ ہے اور سارے ہندوستان میں چار لاکھ اور باہر کی ملا کر پانچ چھ لاکھ احمدیوں کی کُل تعداد ہے۔ یہ اتنی تھوڑی تعداد ہے جس کی خود اپنے ملک میں بھی کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ احمدیوں کے مفاد، احمدیوں کی دلداری اور

احمدیوں کی دلدہی[3] کی پروا نہیں کرتی۔ کیونکہ ہماری تعداد اِتنی تھوڑی ہے کہ دوسروں کو ناراض کر کے وہ احمدیوں کے مفاد کا خیال رکھنے اور ان کی دلداری کرنے کے لیے تیار نہیں۔

1917ء کا واقعہ ہے مَیں نے شملہ یا دہلی میں چودھری سَر ظفر اللہ خان صاحب کو کمانڈر اِنچیف کے پاس ایک کیس کے سلسلہ میں بھیجا۔ کیس یہ تھا کہ ایک احمدی پر فوج میں سختی کی گئی اور پھر باوجود یہ تسلیم کر لینے کے کہ قصور اُس کا نہیں، فوج سے بِلا وجہ نکال دیا گیا تھا۔ اس کیس کے متعلق بات کرنے کے لیے مَیں نے چودھری صاحب کو کمانڈر انچیف کے پاس بھیجا۔ چودھری صاحب نے اُس سے جا کر کہا کہ دیکھیے کتنے ظلم کی بات ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور مظلوم ہے اُس کو بِلا وجہ فوج سے نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہماری جماعت ایسی ہے جو ملک کی خدمت کے لیے کام کرتی ہے روپیہ کی غرض سے نہیں۔ کمانڈر انچیف ساری بات سننے کے بعد کہنے لگا کہ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی جماعت ملک کی خدمت کی خاطر فوج میں کام کرتی ہے اور مَیں جانتا ہوں کہ اِس جماعت کے اندر حُبُّ الْوطنی کا جذبہ پایا جاتا ہے اور اِسی جذبہ کے ماتحت یہ جماعت کام کرتی ہے روپیہ کی خاطر کام نہیں کرتی۔ تنخواہ تو ہمارے انگریز بھی لیتے ہیں مگر وہ تنخواہ کی خاطر کام نہیں کرتے بلکہ ملک اور قوم کی خاطر کام کرتے ہیں۔ اِسی طرح آپ کی جماعت بھی روپیہ کی خاطر کام نہیں کرتی بلکہ اِس کے اندر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ ملک کی خدمت کرے۔ اور مَیں اس بات کو بھی سمجھتا ہوں کہ دوسروں پر اُتنا اعتماد نہیں کیا جا سکتا جتنا کہ آپ کی جماعت پر ہمیں اعتماد ہے لیکن ایک بات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں آپ اِس کا جواب دیں۔ اور وہ بات یہ ہے کہ ہندوستان کی حفاظت کے لیے اِس وقت اڑھائی تین لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ اگر ہم آپ کے ایک آدمی کی خاطر اور اس کے حق بجانب ہونے کی بناء پر دوسروں کو خفا کر لیں اور وہ ناراض ہو کر کہہ دیں کہ ہم فوج میں کام نہیں کرتے ہمیں فارغ کر دیں تو کیا آپ کی جماعت اڑھائی تین لاکھ فوج ملک کی حفاظت کے لیے مہیا کر کے دے سکتی ہے؟ اگر یہ ممکن ہے تو پھر آپ کی بات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ بات آپ کے نزدیک بھی ناممکن ہے تو بتائیے ہم آپ کی جماعت کی دلداری کی خاطر سارے ہندوستان کی حفاظت کو کس طرح نظر انداز

کر سکتے ہیں۔ جب چودھری صاحب نے کمانڈر انچیف کی یہ بات میرے پاس آکر بیان کی تو مَیں نے کہا اُس نے ٹھیک کہا ہے اور اُس کی یہ بات بالکل معقول ہے کیونکہ جب بہر حال حکومت نے ملک کی حفاظت کرنی ہے تو پھر ہمارا یہ مطالبہ کرنا کہ ہماری اِتنی دلداری کرو کہ اگرچہ دوسرے خفا ہو کر چلے جائیں پھر بھی تم ہمارا خیال رکھو یہ فضول مطالبہ ہے۔

پس ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے اپنے ملک میں بھی ہماری بات کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ حکومت جو تمام رعایا سے یکساں سلوک کا دعوٰی کرتی ہے وہ بھی بعض دفعہ افسروں کی مخالفت کی وجہ سے اور بسا اوقات اِس وجہ سے ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہے کہ ہمارا ساتھ دینا حکومت کے لیے ضُعف کا موجب ہوگا اور وہ نہیں چاہتی کہ جماعت کی بات کو مان کر ملک کی اکثریت کو ناراض کرے۔ پس جو ایسی کمزور قوم ہو اور اتنے بڑے کام کے لیے کھڑی ہو کہ اگر امریکہ اور روس جیسی طاقتوں کے سپرد وہ کام کیا جاتا تب بھی وہ کام ان کی طاقت سے بالا نظر آتا۔ گو وہ پاگل پن نہ کہلاتا کیونکہ اُن کے پاس دنیا کی طاقت ہے تو اس قوم کو دنیا پاگل نہ کہے تو اَور کیا کہے۔ پس اسی وجہ سے لوگ ہمیں پاگل کہتے ہیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ ایک گروہ مخالفوں کا ہمیں متنبّی، بدعتی اور فتنہ پرداز کہتا ہے۔ مگر ایک گروہ جو تعلیم یافتہ ہے وہ ہمیں پاگل ہی سمجھتا ہے کہ اِتنے بڑے کام کا دعوٰی کرتے ہیں جو اِن کی طاقت سے بالکل باہر ہے۔

پس ایسے حالات میں اس مقصد کے حصول کے لیے کہ جس کے لیے ہم کھڑے ہوئے ہیں جدوجہد پاگلوں جیسی ہی چاہیے۔ کم از کم ہمیں دنیا پر یہ تو ثابت کر دینا چاہیے کہ اگر تم ہمیں پاگل کہتے ہو تو ہم اِس کام کے لیے پاگلوں والا زور لگانے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اگر لوگ ہمارا نام پاگل رکھتے ہیں تو ہمیں اپنی ہر ایک بات اور ہر ایک کام میں ثابت کر دینا چاہیے کہ چلو پاگل تو پاگل ہی سہی۔ لیکن دنیا ہمیں پاگل کہے اور ہمارا عمل عقلمندوں والا ہو اور ہم اُتنی جدوجہد نہ کریں جتنی کہ ہمارے لیے ضروری ہے۔ خواہ وہ جدوجہد کام کے مطابق نہ ہو تو یہ ایک نہایت بے اصول بات ہوگی۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی دعوٰی تو ایسے کام کا کرے جو اُس کی طاقت سے بہت بالا ہو، اِتنا بلند کہ اس دعوٰی کی بناء

پر اُسے پاگل کہا جائے مگر عمل ایسا کرے جو اپنی ہڈی پسلی کو بچانے والا ہو تو وہ شخص فِی الْوَاقِع پاگل ہے جو اپنی ہڈی پسلی کو بچا کر رکھنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اُسے ایسے ہی کاموں پر ہاتھ ڈالنا چاہیے جو ناممکن نہ ہوں۔ مگر جو ایسے کام پر ہاتھ ڈالتا ہے اور ایسے کام کا دعوٰی کرتا ہے جس کا دعوٰی اُس کے مخصوص حالات میں جنون ہی کہلا سکتا ہو تو پھر اُس کو پاگلوں کی طرح عمل بھی کرنا چاہیے۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں ایک عورت جو استانی تھی پاگل ہو گئی۔ درمیان میں کبھی کبھی اُس کی حالت درست بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ عورتوں میں درس ہو رہا تھا۔ وہ بھی درس میں شامل تھی۔ ہمارے گھر میں ہی درس ہوا کرتا تھا۔ یکدم اُس عورت کو جنون کا دَورہ ہوا اور وہ کھڑکی میں سے کُود کر نیچے گرنے لگی۔ حضرت خلیفہ اول نے اٹھ کر اُسے پکڑ لیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے دو چار ماہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ ابھی حضرت خلیفہ اول گھوڑے سے نہیں گرے تھے اور آپ میں اِتنی طاقت تھی کہ بعض دفعہ اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی اسے ٹیڑھا کر کے دکھا دے۔ آپ نے اُٹھ کر اُس عورت کو پکڑ لیا لیکن باوجود سارا زور لگانے کے وہ دُبلی پتلی عورت آپ کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی۔ اِس پر آپ نے عورتوں کو آواز دی کہ یہ تو گرنے لگی ہے میری مدد کے لیے آؤ۔ پھر پانچ سات عورتوں نے آپ کے ساتھ مل کر اُسے باندھا۔ حالانکہ عقل اور ہوش کے زمانہ میں اس عورت کو 17، 18 سال کا بچہ بھی پکڑ سکتا تھا۔ پس مجنون انسان اپنی انتہائی طاقت استعمال کر دیتا ہے۔ مگر دانشمند اُس حد تک استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ خاص حد سے زیادہ اُس نے اپنی طاقتوں کا استعمال کیا تو اُسے نقصان پہنچے گا۔ لیکن پاگل کا دماغ اُسے حد سے زیادہ طاقت خرچ کرنے سے نہیں روکتا۔ کیونکہ وہ انجام کی پروا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ پاگلوں میں بہت زیادہ طاقت آ جاتی ہے۔ ایک پاگل کو آٹھ آٹھ دس دس آدمی مل کر پکڑتے ہیں تب وہ قابو میں رہتا ہے۔ اور وہی آدمی اگر عقلمند ہو اور اُس کے ہوش و حواس قائم ہوں تو اُس کو پکڑنے کے لیے ایک آدمی ہی کافی ہوتا ہے۔ پس پاگل دو ہی وجہ سے پاگل کہلاتا ہے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ ایسے کام کا دعوٰی کرے جو عقل سے بالا ہو۔ دوسرے اِس وجہ سے کہ

اِس قدر جوش کام میں دکھائے جو عقل کے خلاف ہو۔ ہم میں پاگلوں والی ایک وجہ تو پائی جاتی ہے مگر دوسری نہیں پائی جاتی۔ ہم دعویٰ تو ایسا کرتے ہیں جو دنیا والوں کی عقل سے بالا ہے اور اِس قسم کا دعویٰ عقلمند نہیں کرسکتا۔ مگر اِس کے مقابلہ میں اُتنی طاقت خرچ نہیں کرتے اور اتنا زور نہیں لگاتے جو پاگل لگایا کرتے ہیں۔ پس ہمیں درحقیقت اِسی چیز کی ضرورت ہے اور اگر ہم یہ کرلیں تو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ باقی کمی ہم اپنی طرف سے پوری کر دیں گے۔

مجھے کشمیر کا ایک نظارہ یاد ہے۔ کشمیر میں ایک جھیل ڈل ہے جو قریباً دو میل لمبی اور میل بھر چوڑی ہے۔ اس میں کشمیری لوگ گیلیاں لے کر اُن پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اُن پر سبزیاں بوتے ہیں جن کو جھیل کے پانی کی نمی پہنچتی رہتی ہے اور اوپر سے پانی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سرینگر کو یہیں سے سبزیاں جاتی ہیں۔ صبح کے وقت کشتیاں بھر کے لے جاتے ہیں۔ ہم ڈل کی سیر کے لیے گئے۔ ڈل میں ایک سوراخ کرکے اُسے اُس نہر سے ملا دیا گیا ہے جو دریائے جہلم میں سے نکلتی ہے اور سرینگر کے گرد چکر لگاتی ہے۔ وہاں ہم کھڑے تھے کہ اِتنے میں سبزیوں والی ایک کشتی شہر کی طرف سے آئی جو سبزیاں بیچ کر واپس آ رہی تھی۔ بعض دفعہ جب دریائے جہلم میں طغیانی ہو تو نہر میں زیادہ پانی چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے نہر کا پانی ڈل کے پانی سے اونچا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر ڈل سے نہر کی طرف کشتی مشکل سے لے جائی جاسکتی ہے۔ اِس کے برخلاف بھی ایسا ہوتا ہے کہ نہر کا پانی کم ہو جانے پر نیچا ہو جاتا ہے اور ڈل کا پانی اونچا ہو جاتا ہے۔ اُس وقت نہر کی طرف سے ڈل کی طرف کشتی لے جانی مشکل ہو جاتی ہے۔ اُس وقت یہی حالت تھی یعنی ڈل کا پانی اونچا تھا اور نہر کا پانی نیچا تھا۔ اِس وجہ سے ڈل کی طرف کشتی لے جانا بہت مشکل تھا۔ کشتی والوں نے زور لگایا مگر کشتی ڈل میں چڑھ نہ سکی۔ کشمیری لوگ زیادہ تر دو چیزوں کو مانتے ہیں۔ ایک مقامی پیر ہیں یعنی شاہ زین الدین صاحب اور دوسرے سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ تیسرے وہ ضرورت کے موقع پر کبھی کبھی خدا کو بھی یاد کر لیتے ہیں۔ مجھے اب یاد نہیں کہ وہ شاہ زین الدین صاحب کا کیا نام لے کر نعرہ لگاتے ہیں مگر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا "یا پیر دستگیر" کہہ کر نعرہ لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہ کہہ کر کرتے ہیں۔ چونکہ وہ ہمزہ ادا نہیں کرسکتے

اِس لیے ہمزہ کی جگہ "ی" بولتے ہیں اور لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں۔ اُس کشتی والوں نے جب زور لگایا اور پھر بھی کشتی نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ کیونکہ نہر نیچی اور ڈل اونچا تھا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ معمولی طریقوں سے کام نہیں بنے گا۔ تب اُنہوں نے شاہ زین الدین صاحب کو پکارنا شروع کیا اور ان کا نعرہ لگا کر زور لگانا شروع کیا۔ کشتی میں جو آدمی بیٹھے تھے اس نعرہ کے ساتھ ہی اُن میں سے دو تین چھلانگ لگا کر باہر آ گئے اور اُنہوں نے رسّوں سے پکڑ کر کشتی کو کھینچنا شروع کیا مگر ڈل اور نہر کے پانی کا فرق چونکہ زیادہ تھا اس لیے باوجود اِس قدر کوشش کے بھی وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ جب اِس طرح بھی کام نہ بنا تو پھر جتنے مرد کشتی میں بیٹھے تھے سارے کُود کر باہر آگئے اور انہوں نے لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہ، لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہ کہہ کر بے تحاشا زور لگانا شروع کیا مگر پھر بھی کشتی اوپر نہ چڑھ سکی۔ تب اُنہوں نے پیر دستگیر کو پکارنا شروع کیا اور یا پیر دستگیر کا نعرہ لگانا شروع کیا اور اِس موقع پر بچوں اور عورتوں نے بھی کشتی میں سے کُود کر اِس طرح زور لگانا شروع کیا کہ کشتی کو نکال کر لے گئے۔ مَیں نے کہا اِن کے دل میں جس ہستی کی سب سے زیادہ عزت تھی اُس کی خاطر انہوں نے اپنی ساری طاقت صَرف کر دی۔ زین الدین کی عزت کم تھی اِس کے لیے تھوڑے آدمیوں نے زور لگایا۔ اللہ تعالیٰ کی عزت اُس سے زیادہ تھی اِس کے لیے سارے مرد نیچے اُتر آئے اور انہوں نے اپنی طاقت صَرف کی۔ پیر دستگیر کی عزت سب سے زیادہ تھی اس کے لیے بچے اور عورتیں بھی کُود پڑے اور اُن سب نے مل کر اپنی ساری طاقت خرچ کر دی اور کشتی کو کھینچ کر لے گئے۔ یہ نظارہ دیکھ کر مَیں نے کہا کہ چاہے ہم اِن کو مشرک اور پیر پرست کہیں مگر جس وجود کی سب سے زیادہ عزت اِن کے دل میں تھی اُس کے نام پر انہوں نے کام کر کے دکھا دیا۔

اب تم غور کرو کہ اگر ایک مومن اور موحّد خدا کا نام لے کر ایک کام کرے اور پھر اپنا سارا زور نہ لگائے تو یہ کتنے شرم کی بات ہو گی۔ اگر دستگیر کی عزت اور محبت اپنے دل میں رکھنے والے دستگیر کا نعرہ لگا کر اپنی تمام طاقت صَرف کر دیں اور ان کے بچے اور ان کی عورتیں بھی اپنا سارا زور لگا دیں تو ایک مومن اور موحّد کہلا کر اور یہ اعلان کر کے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ کام کرنے کے لیے کہا ہے پھر اگر ہم خدا تعالیٰ کے نام پر اپنا سارا زور نہ لگائیں اور مرد اور

عورتیں اور بچے سب مل کر اپنی طاقت صَرف نہ کریں تو کیا یہ نہایت بے ایمانی کی بات ہوگی یا نہیں؟ ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ اسلام کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے، خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے، خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے۔ یہ اتنا عظیم الشان کام ہے کہ اِس کے لیے ہماری محنتیں اور ہماری کوششیں پاگلانہ ہونی چاہییں۔ اگر ہم اپنی طرف سے اپنی تمام طاقت صَرف کر دیں گے تو باقی کمی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کر دے گا۔

پس مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اِس کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کوشش کریں۔ ہمیں اپنی ساری باتوں کو بُھول کر اسلام اور قرآن مجید کی حکومت کے قیام کے لیے اپنی ساری طاقت صَرف کر دینی چاہیے۔ اور ایسا زور لگانا چاہیے کہ دنیا صرف ہمارے دعوٰی کی وجہ سے ہمیں پاگل نہ کہے بلکہ کام کی وجہ سے بھی پاگل کہے۔ ہماری کامیابی میں اِتنی ہی دیر ہے کہ جس طرح لوگ ہمارے دعوٰی کی وجہ سے ہمیں پاگل کہتے ہیں اِسی طرح ہمارے کام کی وجہ سے بھی ہمیں پاگل کہنے لگیں۔ اگر ایسا ہو جائے اور ہم پاگلوں کی طرح اشاعت و قوتِ اسلام کے لیے کام کرنے لگیں تو ہماری کامیابی میں کوئی شک نہیں رہ جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اِس وقت کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ جب وہ وقت آگیا تو وہ ہماری مدد کے لیے کُود پڑیں گے اور جب وہ ہمارے ساتھ مل گئے تو اسلام کی کشتی کا پار لگانا ایک مجنونانہ دعوٰی نہیں بلکہ ایک سہل ترین کام ہو جائے گا"۔ (الفضل 5/اکتوبر 1944ء)

---

1 : وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ (الرحمان:8)

2 : پونا: ہندوستان کے صوبہ مہاراشٹر کا ایک شہر

3 : دِلدہی: تسلّی۔ تشفّی۔